إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾

بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے[1] اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے۔[2] (٦)

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾

یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے۔[3] (٧)

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔[4] (٨)

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾

مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں' تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔(٩)

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾

اور جو کچھ وہ کہیں تو سہتا رہ اور وضعداری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہ۔(١٠)

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾

اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے۔(١١)

بھی بھاری بات تجھ پر نازل کریں گے' یعنی قرآن' جس کے احکام و فرائض پر عمل' اس کے حدود کی پابندی اور اس کی تبلیغ و دعوت' ایک بھاری اور جاں گسل عمل ہے۔ بعض نے ثقالت (بھاری پن) سے وہ بوجھ مراد لیا ہے جو وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتا تھا جس سے سخت سردی میں بھی آپ پسینے سے شرابور ہو جاتے۔ (ابن کثیر)

(۱) اس کا دوسرا مفہوم ہے کہ رات کی تنہائیوں میں کان معانی قرآن کے فہم میں دل کے ساتھ زیادہ موافقت کرتے ہیں جو ایک نمازی تہجد میں پڑھتا ہے۔

(۲) دوسرا مفہوم ہے کہ دن کے مقابلے میں رات کو قرآن زیادہ واضح اور حضور قلب کے لیے زیادہ موثر ہے' اس لیے کہ اس وقت دوسری آوازیں خاموش ہوتی ہیں۔ فضا میں سکون غالب ہوتا ہے اس وقت نمازی جو پڑھتا ہے وہ آوازوں کے شور اور دنیا کے ہنگاموں کی نذر نہیں ہوتا بلکہ نمازی اس سے خوب محظوظ ہوتا اور اس کی اثر آفرینی کو محسوس کرتا ہے۔

(۳) سَبْحٌ کے معنی ہیں اَلْجَرْيُ وَالدَّوَرَانُ (چلنا اور گھومنا پھرنا) یعنی دن کے وقت دنیاوی مصروفیتوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ پہلی بات ہی کی تائید ہے۔ یعنی رات کو نماز اور تلاوت زیادہ مفید اور موثر ہے۔ یعنی اس پر مداومت کر' دن ہو یا رات' اللہ کی تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کرتا رہ۔

(۴) تَبَتُّلٌ کے معنی اِنْقِطَاعٌ اور علیحدگی کے ہیں' یعنی اللہ کی عبادت اور اس سے دعا و مناجات کے لیے یکسو اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو جانا۔ یہ رہبانیت سے مختلف چیز ہے۔ رہبانیت تو تجرد اور ترک دنیا ہے۔ جو اسلام میں ناپسندیدہ چیز ہے۔ اور تَبَتُّلٌ کا مطلب ہے امور دنیا کی ادائیگی کے ساتھ عبادت میں اشتغال' خشوع' خضوع اور اللہ کی طرف یکسوئی۔ یہ محمود و مطلوب ہے۔

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾
یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے۔ (۱۲)

وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾
اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔[1] (۱۳)

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ﴿۱۴﴾
جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے۔[2] (۱۴)

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿ؕ۱۵﴾
بیشک ہم نے تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا[3] رسول بھیج دیا ہے جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ (۱۵)

فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ﴿۱۶﴾
تو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت (وبال کی) پکڑ میں پکڑ لیا۔[4] (۱۶)

فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا ﴿٭ۖ۱۷﴾
تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔[5] (۱۷)

---

(۱) أَنْكَالٌ، نَكْلٌ کی جمع ہے' قیود (بیڑیاں) اور بعض نے أَغْلاَلٌ کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی طوق۔ جَحِيْمًا ' بھڑکتی آگ۔ ذَا غُصَّةٍ حلق میں اٹک جانے والا' نہ حلق سے نیچے اترے اور نہ باہر نکلے۔ یہ زَقُّومٌ یا ضَرِيعٌ کا کھانا ہو گا۔ ضَرِيعٌ ایک کانٹے دار جھاڑی ہے جو سخت بدبودار اور زہریلی ہوتی ہے۔

(۲) یعنی یہ عذاب اس دن ہو گا' جس دن زمین اور پہاڑ بھونچال سے تہ وبالا ہو جائیں گے اور بڑے بڑے پر ہیبت پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح بے حیثیت ہو جائیں گے۔ كَثِيْبٌ ریت کا ٹیلہ' مَهِيْلاً بھربھری' پیروں کے نیچے سے نکل جانے والی ریت۔

(۳) جو قیامت والے دن تمہارے اعمال کی گواہی دے گا۔

(۴) اس میں اہل مکہ کو تنبیہ ہے کہ تمہارا حشر بھی وہی ہو سکتا ہے جو فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی وجہ سے ہوا۔

(۵) شِيْبٌ، أَشْيَبُ کی جمع ہے' قیامت والے دن' قیامت کی ہولناکی سے فی الواقع بچے بوڑھے ہو جائیں گے یا تمثیل کے طور پر ایسا کہا گیا ہے۔

حدیث میں بھی آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ آدم علیہ السلام کو کہے گا کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کے لیے نکال لے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے' یا اللہ کس طرح؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' ہر ہزار میں سے ۹۹۹۔ اس وقت حمل والی عورتوں کا حمل گر جائے گا اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت شاق گزری اور ان کے چہرے فق ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم یاجوج و ماجوج میں ۹۹۹ ہوں گے اور تم سے ایک' ...اللہ کی رحمت سے

اِلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾

جس دن آسمان پھٹ جائے گا[1] اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے۔[2] (۱۸)

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۱۹﴾

بیشک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔ (۱۹)

اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ

آپ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتی ہے[3] اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے،[4] وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے[5] پس اس نے تم پر مہربانی کی[6] لہٰذا جتنا قرآن

مجھے امید ہے کہ تمام جنتیوں میں سے آدھا تم ہم لوگ ہو گے۔ الحدیث (البخاری تفسیر سورۃ الحج)

(۱) یہ یوم کی دوسری صفت ہے۔ اس دن ہولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بعث بعد الموت' حساب کتاب اور جنت دوزخ کا وعدہ کیا ہوا ہے' یہ یقیناً لامحالہ ہو کر رہنا ہے۔

(۳) جب سورت کے آغاز میں نصف رات یا اس سے کم یا زیادہ' قیام کا حکم دیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت رات کو قیام کرتی' کبھی دو تہائی سے کم' کبھی نصف رات اور کبھی ثلث (ایک تہائی حصہ) جیسا کہ یہاں ذکر ہے۔ لیکن ایک تو رات کا یہ مستقل قیام نہایت گراں تھا۔ دوسرے وقت کا یہ اندازہ نصف رات یا ثلث یا دو ثلث حصہ قیام کرنا ہے' اس سے بھی زیادہ مشکل تر تھا۔ اس لیے اللہ نے اس آیت میں تخفیف کا حکم نازل فرما دیا جس کا مطلب بعض کے نزدیک ترک قیام کی اجازت ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے فرض کو استحباب میں بدل دیا گیا۔ اب یہ نہ امت کے لیے فرض ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تخفیف صرف امت کے لیے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا پڑھنا ضروری تھا۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ تو رات کی گھڑیاں گن سکتا ہے کہ کتنی گزر گئی ہیں اور کتنی باقی ہیں؟ تمہارے لیے یہ اندازہ ناممکن ہے۔

(۵) جب تمہارے لیے رات کے گزرنے کا صحیح اندازہ ممکن ہی نہیں' تو تم مقررہ اوقات تک نماز تہجد میں مشغول بھی کس طرح رہ سکتے ہو؟

(۶) یعنی اللہ نے قیام اللیل کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب صرف اس کا استحباب باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ بھی وقت کی پابندی کے بغیر۔ نصف شب' یا ثلث شب یا دو ثلث کی پابندی بھی ضروری نہیں۔ اگر تم تھوڑا سا وقت صرف کر کے دو رکعت بھی پڑھ لو گے تو عنداللہ قیام اللیل کے اجر کے مستحق قرار پاؤ گے۔ تاہم اگر کوئی شخص ۸ رکعات تہجد کا

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا

پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اتنا ہی پڑھو،[1] وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالٰی کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے[2] اور کچھ لوگ اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی

اہتمام کرے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، تو یہ زیادہ بہتر ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع قرار پائے گا۔

(۱) فَاقْرَأُوْا کا مطلب ہے فَصَلُّوا، اور قرآن سے مراد الصَّلٰوۃَ ہے۔ قیام اللیل میں چوں کہ قیام لمبا ہوتا ہے اور قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے نماز تہجد کو ہی قرآن سے تعبیر کردیا گیا ہے جیسے نماز میں سورۂ فاتحہ نہایت ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالٰی نے حدیث قدسی میں، جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے، سورۂ فاتحہ کو نماز سے تعبیر فرمایا ہے، قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ. اَلْحَدِيْث۔ اس لیے ”جتنا قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لو“ کا مطلب ہے۔ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتے ہو، پڑھ لو۔ اس کے لیے نہ وقت کی پابندی ہے اور نہ رکعات کی۔ اس آیت سے بعض لوگ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری نہیں ہے جتنا کسی کے لیے آسان ہو، پڑھ لے، اگر کوئی ایک آیت بھی کہیں سے پڑھ لے گا تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن اول تو یہاں قراءت بمعنی نماز ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اس لیے آیت کا تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ نماز میں کتنی قراءت ضروری ہے؟ دوسرے، اگر اس کا تعلق قراءت سے ہی مان لیا جائے، تب بھی یہ استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ مَا تَيَسَّرَ کی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے کہ وہ کم سے کم قراءت، جس کے بغیر نماز نہیں ہو گی وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ضرور پڑھو جیسا کہ صحیح اور نہایت قوی اور واضح احادیث میں یہ حکم ہے۔ اس تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ کہنا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ضروری نہیں، بلکہ کوئی سی بھی ایک آیت پڑھ لو، نماز ہو جائے گی۔ بڑی جسارت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بے اعتنائی کا مظاہرہ ہے۔ نیز ائمہ کے اَقوال کے بھی خلاف ہے جو انہوں نے اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ترک فاتحہ خلف الامام پر استدلال جائز نہیں، اس لیے کہ دو آیتیں متعارض ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو بعض اَحادیث کی رو سے بعض اَئمہ نے اسے جائز کہا ہے اور بعض نے نہ پڑھنے ہی کو ترجیح دی ہے۔ (تفصیل کے لیے فرضیت فاتحہ خلف الامام پر تحریر کردہ کتب ملاحظہ فرمائیں)

(۲) یعنی تجارت اور کاروبار کے لیے سفر کرنا اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا پڑے گا۔

لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

کریں گے'[۱] سو تم بہ آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو[۲] اور نماز کی پابندی رکھو[۳] اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔[۴] اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سے بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے[۵] اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۲۰)

سُوۡرَةُ الۡمُدَّثِّرِ

سورۂ مدثر مکی ہے اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾

اے کپڑا اوڑھنے والے۔[۶] (۱)

---

(۱) اسی طرح جہاد میں بھی پر مشقت سفر اور مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور یہ تینوں چیزیں۔ بیماری' سفر اور جہاد۔ نوبت بہ نوبت ہر ایک کو لاحق ہوتی ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کے حکم میں تخفیف کر دی ہے۔ کیوں کہ تینوں حالتوں میں یہ نہایت مشکل اور بڑا صبر آزما کام ہے۔

(۲) اسباب تخفیف کے ساتھ تخفیف کا یہ حکم دوبارہ بطور تاکید بیان کر دیا ہے۔

(۳) یعنی پانچ نمازوں کی جو فرض ہیں۔

(۴) یعنی اللہ کی راہ میں حسب ضرورت و توفیق خرچ کرو' اسے قرض حسن سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

(۵) یعنی نفلی نمازیں' صدقات و خیرات اور دیگر نیکیاں جو بھی کرو گے' اللہ کے ہاں ان کا بہترین اجر پاؤ گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت نمبر ۲۰ مدینے میں نازل ہوئی ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اس کا نصف حصہ مکی اور نصف مدنی ہے۔(ایسر التفاسیر)

(۶) سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ﴾ ہے اس کے بعد وحی میں وقفہ ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت مضطرب اور پریشان رہتے۔ ایک روز اچانک پھر وہی فرشتہ' جو غار حرا میں پہلی مرتبہ وحی لے کر آیا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے' جس سے آپ پر ایک خوف ساطاری ہو گیا اور گھر جا کر گھر والوں سے کہا کہ مجھے کوئی کپڑا اوڑھا دو' مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے جسم پر ایک کپڑا ڈال دیا' اسی حالت میں یہ وحی نازل ہوئی۔(صحيح البخاری و مسلم' سورة المدثر و كتاب الإيمان) اس اعتبار سے

قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے۔[1] (۲)

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر۔(۳)

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر۔[2] (۴)

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ ناپاکی کو چھوڑ دے۔[3] (۵)

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿۶﴾ اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر۔[4] (۶)

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔(۷)

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ پس جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔(۸)

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿۹﴾ تو وہ دن بڑا سخت دن ہو گا۔(۹)

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ (جو) کافروں پر آسان نہ ہو گا۔[5] (۱۰)

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔[6] (۱۱)

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے۔(۱۲)

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ اور حاضر باش فرزند بھی۔[7] (۱۳)

یہ دوسری وحی اور فترت وحی کے بعد پہلی وحی ہے۔

(۱) یعنی اہل مکہ کو ڈرا' اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

(۲) یعنی قلب و نیت کے ساتھ کپڑے بھی پاک رکھ۔ یہ حکم اس لیے دیا کہ مشرکین مکہ طہارت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

(۳) یعنی بتوں کی عبادت چھوڑ دے۔ یہ دراصل لوگوں کو آپ کے ذریعے سے حکم دیا جا رہا ہے۔

(۴) یعنی احسان کر کے یہ خواہش نہ کر کہ بدلے میں اس سے زیادہ ملے گا۔

(۵) یعنی قیامت کا دن کافروں پر بھاری ہو گا' کیوں کہ اس روز کفر کا نتیجہ انہیں بھگتنا ہو گا' جس کا ارتکاب وہ دنیا میں کرتے رہے ہوں گے۔

(۶) یہ کلمۂ وعید و تہدید ہے کہ اسے' جسے میں نے ماں کے پیٹ میں اکیلا پیدا کیا' اس کے پاس مال تھا نہ اولاد' اور مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ یعنی میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کفر و طغیان میں بہت بڑھا ہوا تھا' اس لیے اس کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۷) اسے اللہ نے اولاد ذکور سے نوازا تھا اور وہ ہر وقت اس کے پاس ہی رہتے تھے' گھر میں دولت کی فراوانی تھی' اس لیے بیٹوں کو تجارت و کاروبار کے لیے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ بعض کہتے ہیں' یہ بیٹے سات تھے بعض کے نزدیک ۱۲ اور بعض کے نزدیک ۱۳ تھے ان میں سے تین مسلمان ہو گئے تھے' خالد' ہشام اور ولید بن ولید رضی اللہ عنہم۔ (فتح القدیر)

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾
اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے۔[1] (۱۴)

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾
پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔[2] (۱۵)

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾
نہیں نہیں،[3] وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔[4] (۱۶)

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾
عنقریب میں اسے ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔[5] (۱۷)

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾
اس نے غور کر کے تجویز کی۔[6] (۱۸)

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾
اسے ہلاکت ہو کیسی (تجویز) سوچی؟ (۱۹)

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾
وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا۔[7] (۲۰)

ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾
اس نے پھر دیکھا۔[8] (۲۱)

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾
پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔[9] (۲۲)

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾
پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا۔[10] (۲۳)

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾
اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا

---

(۱) یعنی مال و دولت میں ریاست و سرداری میں اور درازی عمر میں۔

(۲) یعنی کفر و معصیت کے باوجود، اس کی خواہش ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔

(۳) یعنی میں اسے زیادہ نہیں دوں گا۔

(۴) یہ کَلَّا کی علت ہے۔ عَنِیْدٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت اور اس کو رد کرے۔

(۵) یعنی ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جس کا برداشت کرنا نہایت سخت ہو گا، بعض کہتے ہیں، جہنم میں آگ کا پہاڑ ہو گا جس پر اس کو چڑھایا جائے گا۔ إِرْهَاقٌ کے معنی ہیں۔ انسان پر بھاری چیز لاد دینا۔ (فتح القدیر)

(۶) یعنی قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن کر، اس نے اس امر پر غور کیا کہ میں اس کا کیا جواب دوں؟ اور اپنے جی میں اس نے وہ تیار کیا۔

(۷) یہ اس کے حق میں بد دعائیہ کلمے ہیں 'کہ ہلاک ہو' مارا جائے' کیا بات اس نے سوچی ہے؟

(۸) یعنی پھر غور کیا کہ قرآن کا رد کس طرح ممکن ہے۔

(۹) یعنی جواب سوچتے وقت چہرے کی سلوٹیں بدلیں، اور منہ بسورا، جیسا کہ عموماً کسی مشکل بات پر غور کرتے وقت آدمی ایسا ہی کرتا ہے۔

(۱۰) یعنی حق سے اعراض کیا اور ایمان لانے سے تکبر کیا۔

إِنْ هَٰذَآ إِلَّا قَوْلُ ٱلْبَشَرِ ﴿٢٥﴾
سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾
وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾
لَا تُبْقِى وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾
وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَٰٓئِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ
إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيَسْتَيْقِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ
وَيَزْدَادَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِيمَٰنًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟
ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
وَٱلْكَٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ

ہے۔[1] (۲۴)
سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔(۲۵)
میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔(۲۶)
اور تجھے کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے؟[2] (۲۷)
نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔[3] (۲۸)
کھال کو جھلسا دیتی ہے۔(۲۹)
اور اس میں انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔[4] (۳۰)
ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں۔ اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے[5] تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں،[6] اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے[7] اور اہل کتاب اور اہل ایمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد

---

(۱) یعنی کسی سے یہ سیکھ آیا اور وہاں سے نقل کر لایا ہے اور دعویٰ کر دیا کہ اللہ کا نازل کردہ ہے۔

(۲) دوزخ کے ناموں یا درجات میں سے ایک کا نام سقر بھی ہے۔

(۳) ان کے جسموں پر گوشت چھوڑے گی نہ ہڈی۔ یا مطلب ہے جہنمیوں کو زندہ چھوڑے گی نہ مردہ، لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ

(۴) یعنی جہنم پر بطور دربان ۱۹ فرشتے مقرر ہیں۔

(۵) یہ مشرکین قریش کا رد ہے، جب جہنم کے داروغوں کا اللہ نے ذکر فرمایا تو ابوجہل نے جماعت قریش کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم میں سے ہر دس آدمیوں کا گروپ، ایک ایک فرشتے کے لیے کافی نہیں ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ کلدہ نامی شخص نے جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، کہا، تم سب صرف دو فرشتے سنبھال لینا، ۱۷ فرشتوں کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ کہتے ہیں اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کا بھی کئی مرتبہ چیلنج دیا اور ہر مرتبہ شکست کھائی مگر ایمان نہیں لایا۔ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ رکانہ بن عبد یزید کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے کشتی لڑی تھی لیکن وہ شکست کھا کر مسلمان ہو گئے تھے۔ (ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ یہ تعداد بھی ان کے استہزا یعنی آزمائش کا سبب بن گئی۔

(۶) یعنی جان لیں کہ یہ رسول برحق ہے اور اس نے وہی بات کی ہے جو پچھلی کتابوں میں بھی درج ہے۔

(۷) کہ اہل کتاب نے ان کے پیغمبر کی بات کی تصدیق کی ہے۔

اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾
وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾
وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾
اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾
نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾

ہے؟[۱] اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔[۲] تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا[۳]، یہ تو کل بنی آدم کے لیے سراسر پند و نصیحت ہے۔[۴] (۳۱)
سچ کہتا ہوں[۵] قسم ہے چاند کی۔(۳۲)
اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے۔(۳۳)
اور صبح کی جب کہ روشن ہو جائے۔(۳۴)
کہ (یقیناً وہ جہنم) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔[۶] (۳۵)
بنی آدم کو ڈرانے والی۔(۳۶)
(یعنی) اسے[۷] جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا

---

(۱) بیمار دل والوں سے مراد منافقین ہیں یا پھر وہ ہیں جن کے دلوں میں شکوک تھے کیوں کہ مکے میں منافقین نہیں تھے۔ یعنی یہ پوچھیں گے کہ اس تعداد کو یہاں ذکر کرنے میں اللہ کی کیا حکمت ہے؟

(۲) یعنی گزشتہ گمراہی کی طرح، جسے چاہتا ہے گمراہ اور جسے چاہتا ہے، راہ یاب کرتا ہے، اس میں جو حکمت بالغہ ہوتی ہے، اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

(۳) یعنی یہ کفار و مشرکین سمجھتے ہیں کہ جہنم میں ۱۹ فرشتے ہی تو ہیں نا، جن پر قابو پانا کون سا مشکل کام ہے؟ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ رب کے لشکر تو اتنے ہیں کہ جنہیں اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ صرف فرشتے ہی اتنی تعداد میں ہیں کہ ۷۰ ہزار فرشتے روزانہ اللہ کی عبادت کے لیے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔(صحیح البخاری و مسلم)

(۴) یعنی یہ جہنم اور اس پر مقرر فرشتے، انسانوں کی پند و نصیحت کے لیے ہیں کہ شاید وہ نافرمانیوں سے باز آجائیں۔

(۵) كَلَّا، یہ اہل مکہ کے خیالات کی نفی ہے یعنی جو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم فرشتوں کو مغلوب کرلیں گے ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے یعنی جانے لگے۔

(۶) یہ جواب قسم ہے۔ کُبَرٌ، کُبْرَىٰ کی جمع ہے تین نہایت اہم چیزوں کی قسموں کے بعد اللہ نے جہنم کی بڑائی اور ہولناکی کو بیان کیا ہے جس سے اس کی بڑائی میں کوئی شک نہیں رہتا۔

(۷) یعنی یہ جہنم ڈرانے والی ہے یا اس نذیر سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن ہے کیوں کہ قرآن بھی اپنے بیان کردہ وعد و وعید کے اعتبار سے انسانوں کے لیے نذیر ہے۔

چاہے۔[۱] (۳۷)

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔[۲] (۳۸)

إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ۝٣٩

مگر دائیں ہاتھ والے۔[۳] (۳۹)

فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ۝٤٠

کہ وہ بہشتوں میں (بیٹھے ہوئے) گناہ گاروں سے۔(۴۰)

عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝٤١

سوال کرتے ہوں گے۔[۴] (۴۱)

مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ۝٤٢

تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔(۴۲)

قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ۝٤٣

وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔(۴۳)

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ۝٤٤

نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔[۵] (۴۴)

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ۝٤٥

اور ہم بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔[۶] (۴۵)

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ۝٤٦

اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔(۴۶)

حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلْيَقِينُ ۝٤٧

یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔[۷] (۴۷)

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ۝٤٨

پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔[۸] (۴۸)

---

(۱) یعنی ایمان و اطاعت میں آگے بڑھنا چاہے یا اس سے پیچھے ہٹنا چاہے۔ مطلب ہے کہ انذار ہر ایک کے لیے ہے جو ایمان لائے یا کفر کرے۔

(۲) رہن گروی رکھنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے، وہ عمل اسے عذاب سے چھڑا لے گا، (اگر نیک ہو گا) یا اسے ہلاک کروا دے گا۔ (اگر برا ہو گا)

(۳) یعنی وہ اپنے گناہوں کے اسیر نہیں ہوں گے، بلکہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے آزاد ہوں گے۔

(۴) فِي جَنَّاتٍ، أَصْحَابُ الْيَمِينِ سے حال ہے۔ اہل جنت بالا خانوں میں بیٹھے، جہنمیوں سے سوال کریں گے۔

(۵) نماز حقوق اللہ میں سے اور مساکین کو کھلانا حقوق العباد میں سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اللہ کے حقوق ادا کیے نہ بندوں کے۔

(۶) یعنی کج بحثی اور گمراہی کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔

(۷) یقین کے معنی موت کے ہیں، جیسے دوسرے مقام پر ہے۔ ﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴾ (الحجر ۹۹)

(۸) یعنی جو صفات مذکورہ کا حامل ہو گا، اسے کسی کی شفاعت بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اس لیے کہ وہ کفر کی وجہ سے محل شفاعت ہی نہیں ہو گا، شفاعت تو صرف ان کے لیے مفید ہو گی جو ایمان کی وجہ سے شفاعت کے قابل ہوں گے۔